

دس ڈالر کی چاکلیٹ!

چند دن پہلے اخبار میں چھپنے والی تصویر مکالم تھی۔ جعلی جمہوریت کا اصل چہرہ۔ جعلی جمہوریت کا لفظ معلوم نہیں مناسب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ غیر مناسب ہو۔ لیکن لفظ "جعلی" وہ مہذب ترین صیغہ ہے جو میرے ذہن میں آ سکتا ہے۔ ہم دنیا کے عجو بے لوگ ہیں۔ نہ فوجی اقتدار اس آتا ہے اور نہ جمہوریت۔ ووٹ کی نقاہت بھی ہمارے ملک میں سب کے سامنے ہے۔ ایوب خان کی جیب میں بنیادی جمہوریت کی پرچیاں تھیں۔ بیکھی خان تو عالم مدھوشی میں وقت گزار گیا۔ اسے جمہوریت، ووٹ کی طاقت اور کسی سماجی بھلائی سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ ضیاء الحق کے پاس ریفارڈم کا ووٹ تھا اور پرویز مشرف بھی ایک نیم منتخب شدہ اسمبلی سے مہر لگوا چکا تھا۔ مطلب کیا ہوا کہ ہمارے ہاں، فوجی صدور اور جمہوری لوگوں میں کسی قسم کا فرق نہیں رہا۔ دونوں سینہ ٹھوک کر کہتے ہیں کہ جیسا بھی ہے، ہمارے پاس عوام کا دیا گیا مینڈیٹ موجود ہے۔ مگر توجہ سے غور کیا جائے تو سب کچھ لا حاصل ہے۔ ہمارے فوجی سربراہان بھی ملک کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور نہ جمہوریت کے علمبردار کسی طرح ہمیں ترقی کی راہ پر گامزن کر پائے۔

بات تصویر کی ہو رہی تھی۔ تصویر میں زرداری صاحب کمرے کے درمیان میں ایک کشادہ کرسی پر برا جمان ہیں۔ انکے ساتھ ایک چھوٹی سی کرسی پر محترم شہباز شریف اور دوسری طرف اسی وضع کی ایک ننھی منی کرسی پر بلاول بیٹھا ہوا ہے۔ ایک طرف، سفید دار ٹھی والے مذہبی جماعتوں کے کرتا دھرتا بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری جانب اسی طرح کے چند کردار مسکراتے ہوئے تماشا گر ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ زرداری صاحب گھر کے سربراہ ہیں اور باقی افراد، انکی مخفی صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے استغراق میں ہیں۔ یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ تمام قائدین، زرداری صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہوں۔ ویسے بیعت والی بات زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ محترم آصف زرداری صاحب کے اس مجلس میں مرکزی ترین کردار نظر آ رہے ہیں۔ اکثر تجزیہ نگار یہ لکھتے ہیں تھکتے کہ یہ تمام فریقین اپنی دولت بچانے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ یا لوٹا ہوا سرمایہ محفوظ کرنے کیلئے غور و غوض فرمار ہے ہیں۔ لیکن اگر زمینی حقائق کے عین مطابق دیکھا جائے تو یہ تمام لوگ ہمارے سسٹم کے کامیاب ترین لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جو بذاتِ خود سسٹم ہیں، نظام ہیں۔ جنکی ابرو کے اشارہ سے کوئی بھی فٹ پا تھیا، دولت میں کھلینے لگ سکتا ہے۔ کسی بھی اہل علم، اہل نظر، کویہ ڈالروں کی چیک سے بے بصیرت کر سکتے ہیں۔ کسی بھی اہل قلم کی روشنائی خرید سکتے ہیں۔ چند سر پھرے تو خیر ہر جگہ ہوتے ہیں۔ انکے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر کسی سے بھی پوچھا جائے کہ وہ آصف زرداری جتنا امیر ہونا چاہتا ہے یا حبیب جالب جیسا عظیم شاعر بننا چاہتا ہے، اکثریت کا جواب آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ شاعرانہ عظمت کی خواہش تو ایک طرف، ناوارے فیصلوں، دولت کو حاصل کرنے کیلئے ہر کام کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہمارے معاشرے کی اصل تصویر ہے۔ کسی ریا کاری اور منافقت کے بغیر۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تجزیہ آپ پر گراں گزرے۔ مگر جس ادنیٰ مقام پر ہمارا معاشرہ پہنچ چکا ہے وہاں زبانی حد تک تو بلند اقدار والے لوگ ہمارے پسندیدہ کردار ہیں۔ مگر عملی طور پر آئندیل، دونوں ہاتھوں سے پیسے کمانے والے رہنما ہی ہیں۔

پوری دنیا میں عام لوگ اپنے قائدین کی اخلاقیات اور کردار کو اپناتے ہیں۔ مغرب اس مصنوعی بھیڑچال سے اوپر اٹھ چکا ہے۔ واحد وجہ وہ فکری اور مادی ترقی ہے جو صنعتی انقلاب سے مسلک ہے۔ مسلمان ممالک کی کثیر اکثریت اس ترقی کا ذہنی حصہ نہیں بن سکی۔ ہمارے جیسے ملکوں میں تو معاملہ از حد سنجیدہ نوعیت کا ہے۔ کیونکہ ذہنی پختگی اور تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ مذہبی شدت پسندی کی یلغار بھی حد سے زیادہ ہے۔ یہاں عام لوگ کسی بھی صورت میں اپنے برابر رتبہ رکھنے والے انسان سے متنازنہیں ہوتے۔ جو شخص کسی بھی طریقے سے دولت کمالے، اقتدار اعلیٰ کی مند پربیٹھ جائے۔ اسکے ارد گرد حواریوں اور خوشامدیوں کی ایک ایسی فوج جمع ہو جاتی ہے جو انہی کے طور اطوار اپنانے میں اپنی ذاتی ترقی کا ہنزہ سمجھتی ہے۔ یہ رویہ انسان کی جبلت کے عین مطابق بھی ہے اور بر صغیر کی ادنیٰ سماجی روایت سے مطابقت بھی رکھتا ہے۔ ملکی معاملات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے ارد گرد دیکھیے۔ آپ کو ہر محلہ، گلی، وارڈ، گاؤں، قصبے اور شہر میں اسی مزاج کے لوگ کثیر تعداد میں نظر آئیں گے۔ جو بھی آدمی حادثاتی، واقعاتی یا قادر تی طور پر بھی آگے نکل گیا، اسکے ارد گرد مالی فائدہ لینے والے افراد فوراً جمع ہو جائیں گے۔

اگر انسانی نفیيات کی پستی دیکھنی ہے تو ہمارے جیسے ملک اسکی زندہ مثال ہیں۔ ویسے سینئنڈ نیوپن ممالک کا نظام اور لوگ انسانی ترقی کے کافی بلند مقام پر ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکمل دنیا تو کہیں بھی نہیں ہے۔ مگر ڈنمارک، ناروے اور سویڈن انسانی رویوں اور حکومتی کردار میں دنیا کیلئے کافی عمدہ مثال ہیں۔ وہاں کامقتدر طبقہ ہرگز ہرگز سینہ زوری نہیں کر سکتا۔ وہاں وزیر اعظم اپنے ارد گرد کوئی ایسا ہمگلطہ نہیں لگا سکتا، جو اسکے طابع ہو۔ اس سے مالی فوائد حاصل کر سکے۔ ہاں ایک اور بات، وہاں احتساب کی روایت حد درجہ مضبوط ہے۔ سربراہ ملک کیلئے بھی اور عام سے آدمی کیلئے بھی۔ پندرہ برس پہلے، سویڈن میں ایک سیاسی جماعت کی خاتون سربراہ حد درجہ مقبول تھی۔ ہر ایک کے علم میں تھا کہ آنے والے الیکشن میں خاتون سیاستدان بڑے آرام سے الیکشن جیت کر ملک کی وزیر اعظم بن جائیگی۔ سیاسی جماعت نے بطور سربراہ اپنی قائد کو ایک کریڈٹ کارڈ دے رکھا تھا۔ مقصد ان تمام اخراجات کو پورا کرنا تھا جو خاتون سیاستدان سرکاری طور پر روکھتی تھی۔ جس شہر میں بھی کوئی سیاسی معاملہ ہوتا، تو خاتون ہوٹل کا کرایہ، کھانے کا مل اور ٹیکسی کا کرایہ اسی کریڈٹ کارڈ سے ادا کرتی۔ یہ بالکل عام سی بات تھی۔ مستقبل کی وزیر اعظم سویڈن کے ایک شہر میں پر لیس کا نفس کیلئے گئی۔ ہوٹل وغیرہ کے اخراجات ادا کر کے جب واپسی کیلئے ائیر پورٹ آئی تو اپنے بچے کیلئے دس ڈالر کی چاکلیٹ خریدی۔ ادا یتگی اسی کریڈٹ کارڈ سے کی جو سیاسی جماعت نے اسے دے رکھا تھا۔ چند ماہ بعد جب آڈٹ ہوا تو آڈٹر نے غلطی نکالی کہ دس ڈالر کی چاکلیٹ کی ادا یتگی ذاتی کریڈٹ کارڈ سے کرنی چاہیے تھی۔ سیاسی جماعت کی طرف سے دیے گئے کریڈٹ کارڈ سے پیسے دینا غلطی تھی۔ یہ معاملہ پر لیس میں آیا تو قیامت آگئی۔ اسکی اپنی پارٹی کے عوامی دین اور دیگر سیاستدانوں نے صرف ایک بات کی۔ جو خاتون سرکاری دس ڈالر کی حفاظت نہ کر سکی، وہ سویڈن جیسے امیر ملک کے سرکاری خزانے کی حفاظت کیسے کریں گی۔ دس ڈالر کی کریپشن سے مستقبل کی ہونے والی وزیر اعظم کے کردار کا ساقم سامنے آگیا ہے۔ لہذا اسکے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ خاتون نے پارٹی کی صدارت سے استعفی دیدیا۔ سیاست چھوڑ کر گھر کا رخ کیا اور قوم سے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ اس سیاستدان کا تمام سیاسی مستقبل معمولی سی غلطی سے بر باد ہو گیا۔ وزیر اعظم بننا تو دور کی

بات، اسے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔

ہمارے ملک میں لفاظی کے طور پر ہر منٹ، ہر سینئر اور ہر وقت تاریخی عظمت کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ ان میں سے اکثر کسی بھی طرح سے متنبہ نہیں ہیں۔ مسلمان ممالک کو دیکھیے۔ وہاں کے حکمران ہر لحاظ سے کسی قانون، عدالت یا کسی فورم کے سامنے جواب دنہیں ہیں۔ سعودی عرب ہمارے جیسے نیم تعلیم یافتہ ملک کیلئے ایک مقدس مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ بات بھی درست ہے۔ مگر وہاں کے حکمرانوں کے ذاتی رویہ دیکھیے، آپ حرمت سے کوئے میں چلے جائیں گے۔ یہ دنیا کی مہنگی ترین گاڑیاں، محلات اور قیمتی ترین نوادرات خریدتے ہیں۔ محنت کیسے بغیر یہ اپنے سماج کی اس بلند ترین جگہ پر چلے گئے ہیں جہاں تمام مقامی اور غیر ملکی لوگ انکی ٹھوکروں میں ہیں۔ ترکی میں ایک سعودی فکری باغی کو جس طرح قتل کیا گیا۔ جس طرح سفارت خانے میں اسکی بوٹی بوٹی کی گئی۔ آج کی دنیا میں درندگی کی ایک الیس سفاک مثال ملنانا ممکن ہے۔ مگر نتیجہ کیا، سعودی شاہی خاندان کو عملی طور پر کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑا سا شور اٹھا۔ پھر ہر معاملہ جوں کا توں۔ بالکل یہی حال ایران کی مذہبی اشرافیہ کا ہے۔ وہاں مذہبی شدت پسند جس اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے ہیں، اس جگہ کسی قانون اور رویے کی کوئی عملی وقعت نہیں ہے۔ مذہبی پیشواؤ کو کسی بھی صورت میں ہٹایا نہیں جاسکتا۔ وڈوں کے ذریعے ایکشن جیتنے والے شخص کی توثیق جب تک مذہبی اشرافیہ نہ کر دے، اس وقت تک لوگوں کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں۔ اکیسویں صدی میں اس طرح کے معاملات زیادہ تر مسلمان ممالک میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ویسے مسلمان ممالک اور اسلامی ریاستوں کے اندر حد درجہ جو ہری فرق ہے۔ طالب علم کی دانست میں اس وقت مسلمان ممالک ہیں، اسلامی نہیں۔ یہ توجہ طلب نکتہ کسی اور وقت بحث کیلئے چھوڑ دیتا ہوں۔

ہمارے ملک میں کیونکہ ریاست کے تمام ذرائع کو استعمال کر کے دولت کمانا جائز سمجھا جاتا ہے۔ لہذا آپ محترم زرداری صاحب کی قیادت میں ہونے والے اس سیاسی بیٹھ کو بالکل ناگوارنہ جائیے۔ محترم شہباز شریف کی پرانی تقاریر کو بھی فراموش کر دیجئے کہ انہوں نے اپنے سیاسی مخالفین کے متعلق کتنی سخت باتیں کیں تھیں۔ مگر ایک چیز کرنے سے بھی فراموش نہیں ہوتی کہ ان تمام خاندانوں پر بیس سے پچیس بلین ڈالر کے ناجائز اثاثے بنانے کا الزام ہے۔ مگر یہ حد درجہ ہشاش بشاش اور تو انا ہیں۔ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انہیں کبھی بھی سزا نہیں ہوگی، انکا احتساب ممکن ہی نہیں ہے۔ ہمارا مکمل نظام انکی جیب میں ہے۔ الیہ نہیں ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ تھوڑے دن کیلئے گرم ہوا کے تھیڑوں کی ذمیں ہیں۔ پھر پاک صاف ہو کر مسند اقتدار پر واپس آ جائیں گے۔ یہ ہمارے مقامی رول ماؤں ہیں۔ منافقت، چور بازاری اور معاشرے کو منفی طور پر تبدیل کرنے والے کردار۔ مگر صحیح یہ بھی ہے کہ اکثریت کیلئے یہ بلند حیثیت کے حامل کردار ہیں۔ عام لوگ انہی کی طرح دولت مندا اور طاقتور بننا چاہتے ہیں۔ الیہ یہ ہے، ہم جیسے ہیں، ویسے ہی زندہ رہنے پر مجبور ہیں۔ یہاں کوئی سیاستدان دس ڈالر کی چاکلیٹ خریدنے پر سیاست سے باہر نہیں ہوگا۔ دس ڈالر کیا، یہاں دس بلین ڈالر کما کر بھی لوگ ایماندار کے ایماندار ہیں۔ اگر ترقی کرنی ہے تو ان جیسے لوگوں کو اپنا آئینڈیل بنانے کر کیے؟

